خطبہ جمعہ

حق اور انصاف پر قائم ہو جاؤ اور چاہئے کہ ہر ایک گواہی تمہاری خدا کے لئے ہو۔

جھوٹ مت بولو اگرچہ سچ بولنے سے تمہاری جانوں کو نقصان پہنچے یا اس سے تمہارے ماں باپ کو ضرر پہنچے اور قریبیوں کو۔

دشمن سے مدارات سے پیش آنا آسان ہے مگر دشمن کے حقوق کی حفاظت کرنا اور مقدمات میں عدل وانصاف کو ہاتھ سے نہ دینا یہ بہت مشکل اور جوانمردی کا کام ہے۔

(آیات قرآنی، احادیث نبویہ اور ارشادات حضرت مسیح موعودؑ کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی صفات الشہید اور الشاہد کے مختلف پہلوؤں کا تذکرہ)

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۱۴؍جون ۲۰۰۲ء بمطابق ۱۴؍احسان ۱۳۸۱ھجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله۔

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ بسم الله الرحمٰن الرحيم ۔

الحمدلله رب العٰلمين ۔ الرحمٰن الرحيم ۔ مٰلك يوم الدين ۔ إياك نعبد و إياك نستعين ۔

اهدنا الصراط المستقيم ۔ صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين۔

صفات "الشہید" اور "الشاہد" کی چوتھی اور آخری قسط آج بیان کی جائے گی۔ اور اس میں گزشتہ خطبے کے آخری حصے کے تسلسل میں آنحضرت ﷺ اور آپؐ کی امت نیز بعض دوسرے انبیاء اور ان کی امتوں بلکہ عام انسانوں تک کی گواہی کا مضمون بھی بیان ہوگا۔ اور پھر آخر پر انہی صفات کے مضمون پر مشتمل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند الہامات بھی پیش کئے جائیں گے۔ انشاءاللہ۔

سورۃ النساء کی آیت ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ. اِنْ یَّكُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا. فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا. وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا﴾ (سورۃ النساء :۱۳۶)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر گواہ بنتے ہوئے انصاف کو مضبوطی سے قائم کرنے والے بن جاؤ خواہ خود اپنے خلاف گواہی دینی پڑے یا والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف۔ خواہ کوئی امیر ہو یا غریب دونوں کا اللہ ہی بہترین نگہبان ہے۔ پس اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو مبادا عدل سے گریز کرو۔ اور اگر تم نے گول مول بات کی یا پہلو تہی کر گئے تو یقیناً اللہ جو تم کرتے ہو اس سے بہت باخبر ہے۔

حضرت زید بن خالد الجُہَنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ گواہوں میں سے سب سے اچھا گواہ وہ ہے جو قبل اس کے کہ اس سے گواہی مانگی جائے، اپنی گواہی دے دے۔ (سنن ابن ماجہ ۔کتاب الاحکام)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کسی خیانت کرنے والے مرد یا عورت کی گواہی درست نہیں۔ اور نہ اس مرد یا عورت کی جسے حد کی سزا ملی ہو۔ نہ ہی ایسے شخص کی جو مدعا علیہ سے کینہ رکھتا ہو۔ اور نہ ایسے شخص کی جس کی جھوٹی شہادت کا تجربہ ہو چکا ہو۔ اور نہ ایسے شخص کی جس کا گزارہ ان لوگوں پر ہو جن کے حق میں وہ گواہی دے رہا ہے۔ اور نہ ایسے شخص کی جس کے بارے میں پتہ لگے کہ اُس نے جھوٹے طور پر کسی خاندان سے اپنا نسب اور تعلق جوڑا ہے۔ (ترمذی۔ کتاب الشہادۃ)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔ "کئی وقت انسان کے لئے امتحان کے ہوتے ہیں۔ ایک تو غضب کا وقت ہوتا ہے۔ غضب کی حالت میں آدمی دوسروں کو انواع واقسام کے نقصانات پہنچا دیتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ غلطی ہوئی۔ عفو کرو۔ لیکن جب دوسرا کوئی نقصان پہنچائے تو ہرگز عفو پر رضامند نہیں ہوتے۔ اسی طرح آدمی بعض اوقات محبت میں بھی حد سے بڑھ جاتا ہے اور گمراہ ہو جاتا ہے۔ ایک وقت وہ ہوتا ہے جبکہ مقدمات میں گواہی دینے کا ہوتا ہے۔ آدمی اپنے عزیز و دوست کا نقصان گوارا نہیں کر سکتا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایمان کو مقدم رکھو اور گواہی انصاف سے دو خواہ اپنے عزیزوں کے مقابلہ میں ہو۔ اپنی جان پر یا اپنے ماں باپ ہی کے متعلق گواہی دینی پڑے۔" (ضمیمہ اخبار بدر قادیان۔ ۲۹؍جولائی ۱۹۰۹ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"حق اور انصاف پر قائم ہو جاؤ اور چاہئے کہ ہر ایک گواہی تمہاری خدا کے لئے ہو۔ جھوٹ مت بولو اگرچہ سچ بولنے سے تمہاری جانوں کو نقصان پہنچے یا اس سے تمہارے ماں باپ کو ضرر پہنچے اور قریبیوں کو جیسے بیٹے وغیرہ کو۔" (اسلامی اصول کی فلاسفی۔ صفحہ ۵۳)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"جس قدر راستی کے التزام کے لئے قرآن شریف میں تاکید ہے، مَیں ہرگز باور نہیں کر سکتا کہ انجیل میں اُس کا عُشر عشیر بھی تاکید ہو۔ 20 برس کے قریب عرصہ ہو گیا کہ مَیں نے اسی بارہ میں ایک اشتہار دیا تھا اور قرآنی آیات لکھ کر اور عیسائیوں وغیرہ کو ایک رقم کثیر بطور انعام دینا کر کے اس بات کا وعدہ کیا تھا کہ جیسے ان آیات میں راست گوئی کی تاکید ہے اگر کوئی عیسائی اس زور و شور کی تاکید انجیل میں سے نکال کر دکھلاوے تو اس قدر انعام اُس کو دیا جائے گا مگر پادری صاحبان اب تک ایسے چپ رہے گویا اُن میں جان نہیں۔ اب مدت کے بعد فتح مسیح صاحب کفن میں سے بولے، شاید بوجہ امتداد زمانہ ہمارا وہ اشتہار اُن کو یاد نہیں رہا۔ پادری صاحب! آپ خس و خاشاک کو سونا بنانا چاہتے ہیں اور سونے کی کان سے منہ مروڑ کر اِدھر اُدھر بھاگتے ہیں۔ اگر یہ بدقسمتی نہیں تو اَور کیا ہے۔ قرآن شریف نے دروغ گوئی کو بُت پرستی کے برابر ٹھہرایا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾ یعنی بتوں کی پلیدی اور جھوٹ کی پلیدی سے پرہیز کرو۔ اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے ﴿یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ﴾ (الجزو نمبر ۴)۔ یعنی اے ایمان والو! انصاف اور راستی پر قائم ہو جاؤ اور سچی گواہیوں کو لِلّٰہ ادا کرو اگرچہ تمہاری جانوں پر اُن کا ضرر پہنچے یا تمہارے ماں باپ اور تمہارے اقارب اُن گواہیوں سے نقصان اُٹھاویں۔ اب اے ناخدا ترس! ذرا انجیل کو کھول اور ہمیں بتلا کہ راست گوئی کے لئے ایسی تاکید انجیل میں کہاں ہیں۔" (نورالقرآن۔ نمبر ۲۔ صفحہ ۱۸۔۱۷)

﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ. وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكُوْنُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا﴾ (سورۃ النساء :۱۶۰)۔ اور اہلِ کتاب میں سے کوئی (فریق) نہیں مگر اس کی موت سے پہلے یقیناً اس پر ایمان لے آئے گا اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا۔

﴿ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكُوْنُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا﴾ کے متعلق علامہ فخرالدین رازی لکھتے ہیں کہ وہ یعنی مسیح یہود کے خلاف یہ گواہی دے گا کہ انہوں نے اسے جھٹلایا تھا۔ اور اس کے بارہ میں طعن و تشنیع سے کام لیا تھا اور نصاریٰ کے خلاف یہ گواہی دے گا کہ انہوں نے اسے اللہ کا شریک بنا لیا تھا اور اسی طرح ہر نبی اپنی امت کے خلاف گواہی دے گا۔ (تفسیر کبیر رازیؒ)

سورۃ المائدہ: ﴿یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰہِ شُھَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا .اِعْدِلُوْا . ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی .وَاتَّقُوْا اللّٰہَ. اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾(سورۃ المائدہ :۹)۔اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر مضبوطی سے نگرانی کرتے ہوئے انصاف کی تائید میں گواہ بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ یقیناً اللہ اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو۔

حضرت سعید بن ابو بُرْدَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک خط نکالا اور کہا کہ یہ حضرت عمرؓ کا خط ہے جو انہوں نے اپنے ایک گورنر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا تھا۔ یہ خط مشہور محدث سفیان عُیَیْنَہ کے سامنے پڑھا گیا۔ اس کا مضمون یہ تھا: قضاء ایک محکم اور پختہ دینی فریضہ اور واجب الاتباع سنّت ہے۔ جب کوئی مقدمہ آپ کے سامنے پیش ہو تو معاملے کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرو کیونکہ صرف حق بات کہنا جس کا نفاذ نہ کیا جائے، بے فائدہ بات ہے۔ لوگوں کے درمیان، بلحاظ مجلس، بلحاظ توجہ اور بلحاظ عدل و انصاف مساوات قائم کر تاکہ کوئی بااثر تم سے ظلم کرانے کی امید نہ رکھے اور کسی کمزور کو تیرے ظلم و جور کا ڈر نہ ہو اور ثبوت پیش کرنا مدعی کی ذمہ داری ہے اور (اگر اس کے پاس ثبوت نہ ہو تو پھر) انکار کرنے والے مدعا علیہ کو قسم اٹھانی ہوگی۔ مسلمانوں کے درمیان مصالحت کرانے کی کوشش کرنا اچھی بات ہے۔ سوائے ایسی صلح کے جو حرام کو حلال بنادے اور حلال کو حرام بنادے۔ اگر تم نے کوئی فیصلہ کیا ہو، اور پھر اس پر دوبارہ غور کرنے کے بعد درست نتیجے پر پہنچ جاؤ تو تمہارا پہلا فیصلہ تمہیں سچائی کی طرف لوٹنے سے نہ روکے کیونکہ سچائی ایک ابدی صداقت ہے اور حق اور سچ کو کوئی چیز باطل نہیں کر سکتی اس لئے حق کی طرف لوٹ جانا باطل میں آگے بڑھتے رہنے سے کہیں بہتر ہے۔ جو بات تیرے دل میں کھٹکے اور قرآن و سنت میں اس کے بارے میں کوئی وضاحت نہ ہو تو اس کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرو۔ اس کی مثالیں تلاش کرو اور اس سے ملتی جلتی صورتوں پر غور کرو، پھر ان پر قیاس کرتے ہوئے کوئی فیصلہ کرنے کی کوشش کرو اور جو پہلو اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ پسندیدہ ہو اور تجھے حق اور سچ کے زیادہ مشابہ نظر آئے، اسے اختیار کر۔ مدعی کو (ثبوت پیش کرنے کے لئے) مناسب وقت دو (تاکہ وہ اپنے دعویٰ کے حق میں ثبوت اکٹھے کر سکے)۔ اگر (مقررہ تاریخ پر) وہ ثبوت پیش کردے تو فبہا۔ ورنہ اُس کے خلاف فیصلہ سنادو۔ یہ طریق اندھے پن کو جلا بخشنے والا ہے۔ (یعنی بے خبری کے اندھیرے کو دُور کرنے والا ہے)۔ اور (غلطی ہو جانے کی صورت میں) تجھے معذور قرار دینے کے لحاظ سے زیادہ بہتر ہے۔ سب مسلمان ایک دوسرے کے بارے میں گواہی دینے کے لحاظ سے برابر عادل ہیں سوائے اس کے کہ کسی کو حد کی سزا مل چکی ہو۔ یا کسی کے جھوٹی شہادت دینے کا تجربہ ہو چکا ہو، یا وہ غلط وَلاء یا قرابت کے دعویٰ میں متہم ہو (یعنی حسب و نسب کے دعویٰ میں جھوٹا ہو۔ تمہارے دلوں کے رازوں کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اور بیّنات اور گواہیوں کے نتیجے میں اُس نے تم سے (سزاؤں کو) دُور کر دیا ہے۔ لوگوں سے تنگ پڑنے سے بچو۔ نیز جلد گھبرا جانے اور لوگوں سے تکلیف اور دکھ محسوس کرنے اور سچائی معلوم ہو جانے پر فریق ثانی سے اجنبی پن سے پیش آنے سے بچو۔ جس کی بنا پر اللہ اس کا ضرور اجر دے گا اور ایسے شخص کو نیک شہرت بخشے گا۔ جو شخص اللہ اور اپنے درمیان معاملات میں خلوص نیت اختیار کرے گا، اللہ اُس کے اور دیگر لوگوں کے مابین معاملات میں اُس کے لئے کافی ہو جائے گا اور جو شخص محض بناوٹ اور تصنع سے اپنے آپ کو اچھا ظاہر کرنے کی کوشش کرے گا، اللہ تعالیٰ اُس کی رُسوائی کے سامان پیدا کر دے گا۔

(سنن الدار قطنی۔ کتاب الاقضیہ وَالأحکام)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"تمہاری گواہیاں اللہ کے لئے عدل کے ساتھ ہوں ﴿وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوا﴾ کسی کی دشمنی انصاف کی مانع نہ ہو۔ مثلاً آریہ لوگ تم کو دفتروں سے نکالنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ تو اسلام کی یہ تعلیم نہیں کہ تم اُن کے مقابلہ میں بھی ایسی کوشش کرو، جہاں تمہیں اختیار حاصل ہے۔ ﴿وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُون﴾ تقویٰ کا علاج بتایا کہ تم یہ یقین رکھو کہ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا اور ان سے خبر رکھنے والا بھی کوئی ہے۔"

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان۔ ۵/اگست ۱۹۰۹ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ نے عدل کے بارے میں جو بغیر سچائی پر پورا قدم مارنے کے حاصل نہیں ہو سکتی، فرمایا ہے: ﴿لَایجرمنکم شناٰنُ قومٍ علیٰٓ اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا. ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی﴾ یعنی دشمن قوموں کی دشمنی تمہیں انصاف سے مانع نہ ہو۔ انصاف پر قائم رہو کہ تقویٰ اسی میں ہے۔ اب آپ کو معلوم ہے کہ جو قومیں ناحق ستاویں اور دکھ دیویں اور خوں ریزیاں کریں اور تعاقب کریں اور بچوں اور عورتوں کو قتل کریں جیسا کہ مکہ والے کافروں نے کیا تھا اور پھر لڑائیوں سے باز نہ آویں، ایسے لوگوں کے ساتھ معاملات میں انصاف کے ساتھ برتاؤ کرنا کس قدر مشکل ہوتا ہے مگر قرآنی تعلیم نے ایسے جانی دشمنوں کے حقوق کو بھی ضائع نہیں کیا اور انصاف اور راستی کے لئے وصیت کی...... مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ دشمن سے مدارات سے پیش آنا آسان ہے مگر دشمن کے حقوق کی حفاظت کرنا اور مقدمات میں عدل و انصاف کو ہاتھ سے نہ دینا یہ بہت مشکل اور فقط جوانمردوں کا کام ہے۔ اکثر لوگ اپنے شریک دشمنوں سے محبت تو کرتے ہیں اور میٹھی میٹھی باتوں سے پیش آتے ہیں مگر ان کے حقوق دبا لیتے ہیں۔ ایک بھائی دوسرے بھائی سے محبت کرتا ہے اور محبت کے پردہ میں دھوکا دے کر اُس کے حقوق دبا لیتا ہے مثلاً اگر زمیندار ہے تو چالاکی سے اس کا نام کاغذات بندوبست میں نہیں لکھواتا اور یوں اتنی محبت کہ اس پر قربان ہوا جاتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے اس آیت میں محبت کا ذکر نہ کیا بلکہ معیار محبت کا ذکر کیا کیونکہ جو شخص اپنے جانی دشمن سے عدل کرے گا اور سچائی اور انصاف سے درگزر نہیں کرے گا، وہی ہے جو سچی محبت بھی کرتا ہے۔" (نورالقرآن۔ نمبر ۲۔ صفحہ ۲۱-۲۲)

سورۃ المائدہ آیت ۱۱۲: ﴿وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ .قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْھَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ﴾۔ اور جب میں نے حواریوں کی طرف وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لے آؤ تو انہوں نے کہا ہم ایمان لے آئے، پس گواہ رہ کہ ہم فرمانبردار ہو چکے ہیں۔

سورۃ الاعراف :۱۷۳۔ ﴿وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْۢ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَاَشْھَدَھُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ .اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ . قَالُوْا بَلٰی. شَھِدْنَا. اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِنَّا کُنَّا عَنْ ھٰذَا غٰفِلِیْنَ﴾۔ اور (یاد کرو) جب تیرے ربّ نے بنی آدم کی صُلب سے ان کی نسلوں (کے مادّۂ تخلیق) کو پکڑا اور خود انہیں اپنے نُفوس پر گواہ بنا دیا (اور پوچھا) کہ کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں! ہم گواہی دیتے ہیں۔ مبادا تم قیامت کے دن یہ کہو کہ ہم تو اس سے یقیناً بے خبر تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؐ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میں کس وجہ سے ہنسا ہوں؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: بندے اور اس کے رب کے مابین گفتگو کی وجہ سے ہنس رہا ہوں۔ بندہ کہے گا اے میرے رب! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیوں نہیں۔ بندہ کہے گا: اس بات پر تو میں اپنے ایک گواہ کے علاوہ اور کسی کو گواہ تسلیم نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج کے دن تیرا نفس اور حساب کتاب لکھنے والے معزز فرشتے ہی تجھ پر گواہ ہونے کے لحاظ سے کافی ہیں۔ اس کے بعد اس شخص کے منہ پر مہر کر دی جائے گی اور اس کے اعضاء سے کہا جائے گا کہ بولو۔ چنانچہ وہ اس شخص کے اعمال کے بارہ میں گواہی دیں گے۔ پھر اس شخص کو کلام کرنے کی اجازت دی جائے گی تو وہ (اپنے اعضاء کو مخاطب کر کے) کہے گا: تم پر ہلاکت ہو! کیا میں تم جیسوں کی خاطر لڑا جھگڑا کرتا تھا۔ (مسلم کتاب الزھد)

سورۃ ھود آیت ۵۵: ﴿اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ. قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ﴾۔ ہم تو اس کے سوا کچھ نہیں کہتے کہ تجھ پر ہمارے معبودوں میں سے کسی نے کوئی بدسایہ ڈال دیا ہے۔ اس نے کہا یقیناً میں اللہ کو گواہ ٹھہراتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں ان سے بیزار ہوں جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو۔

سورۃ الحج آیت ۷۹: ﴿وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ. هُوَاجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ. مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ. هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ. مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ. فَاَقِيْمُوْا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوْا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ. هُوَ مَوْلٰىكُمْ. فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ﴾۔ اور اللہ کے تعلق میں جہاد کرو جیسا کہ اس کے جہاد کا حق ہے۔ اس نے تمہیں چن لیا ہے اور تم پر دین کے معاملات میں کوئی تنگی نہیں ڈالی۔ یہی تمہارے باپ ابراہیم کا مذہب تھا۔ اُس (یعنی اللہ) نے تمہارا نام مسلمان رکھا (اس سے) پہلے بھی اور اس (قرآن) میں بھی تاکہ رسول تم سب پر نگران ہو جائے اور تاکہ تم تمام انسانوں پر نگران ہو جاؤ۔ پس نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ وہی تمہارا آقا ہے۔ پس کیا ہی اچھا آقا اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔

سورۃ الفتح: ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾ (سورۃ الفتح: ۹)۔ یقیناً ہم نے تجھے ایک گواہ اور بشارت دینے والے اور ڈرانے والے کے طور پر بھیجا۔

پھر سورۃ الاحزاب کی آیت ۴۶: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾۔ اے نبی! یقیناً ہم نے تجھے ایک شاہد اور ایک مبشر اور ایک نذیر کے طور پر بھیجا ہے۔

پھر سورۃ المزمل کی آیت ہے: ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا. شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا﴾۔ (سورۃ المزمل: ۱۶)

یقیناً ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر نگران ہے جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف بھی ایک رسول بھیجا تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

"سورۃ مزمل مکہ معظمہ میں اتری۔ جب حضور علیہ السلام بظاہر نہایت کمزوری کی حالت میں تھے اور بظاہر کوئی سامان کامیابی کا نظر نہ آتا تھا۔ قرآن نے صاف صاف جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی نسبت فرمایا۔ یہ رسول، اس رسول کی مثل ہے جو فرعون کے وقت برگزیدہ اور بنی اسرائیل کا ہادی بنایا گیا۔ جس طرح اس رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دشمن بے نام و نشان ہو گئے۔ ایسے ہی اس رسول کے دشمن معدوم ہوں گے۔ ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا﴾۔ ہم نے ہی بھیجا تھا تمہاری طرف رسول نگران تم پر جیسے بھیجا تھا فرعون کو رسول۔ پھر جب نافرمانی کی فرعون نے اس رسول کی تو سخت پکڑ لیا ہم نے اسے پھر تم اگر اس رسول کے منکر ہوئے تو کیونکر بچو گے۔ اور جس طرح جناب موسیٰ علیہ السلام کی قوم دشمنوں سے نجات پا کر آخر معزز اور ممتاز اور خلافت اور سلطنت سے سرفراز ہوئی اسی طرح، ٹھیک اسی طرح، لاریب اسی طرح، اس رسول کے اتباع بھی موسیٰ علیہ السلام کی طرح بلکہ بڑھ کر ابراہیم کے موعود ملک بالخصوص اور اپنے وقت کے زبردست بادشاہوں پر علی العموم خلافت کریں گے۔

﴿وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا﴾۔ (نور: ۵۶)۔ وعدہ دے چکا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو تم میں سے جو ایمان لائے اور کام کئے انہوں نے اچھے، ضرور خلیفہ کر دے گا ان کو اس خاص زمین میں (جس کا وعدہ ابراہیم سے ہوا)۔ جیسے خلیفہ بنایا ان کو جو ان اسلامیوں سے پہلے تھے۔ اور طاقت بخشے گا انہیں اس دین پھیلانے کے لئے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند فرمایا۔ ضرور بدل دے گا انہیں خوف کے بعد امن سے۔

آخر دیکھ لو۔ اس فطرت کے قاعدہ نے، اس الٰہی سنت یا عادۃ اللہ نے ناظرین کو وہی نتیجہ دکھایا جو ہمیشہ اہلِ ایمان کے ساتھ ان کے لئے ایمان مخالفوں کے بیجا حملوں کے وقت دکھاتی چلی آتی ہے۔

ہمارے ہادی بلکہ ہادیٔ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم میں۔ نہیں نہیں، آپؐ کے مَولَد، مَسْکَنْ اور آپ کے ملک میں آپ کا کوئی دشمن نہ رہا۔ دشمن کیسے؟ ان کے آثار بھی نہ رہے۔ مکہ معظمہ نہیں بلکہ جزیرہ نما عرب پر نگاہ کر لو۔ تمام عرب آپ کے خدام یا خدام کے معاہدین کی جگہ ہو گیا۔

اللہ اللہ!!! جیسے آپؐ بے نظیر ہیں۔ ویسے ہی آپؐ کی کامیابی بھی بے نظیر واقع ہوئی۔ ناظرین ایسی کامیابی کسی ملہم۔ کسی مدعی الہام، کسی ریفارمر، کسی مصلح، کسی رسول یا کسی بادشاہ کو کبھی ہوئی ہے؟ ہرگز نہیں۔ کس مقتدا نے؟، کس بادشاہ نے؟، نام تو لو"۔ (تصدیق براہین احمدیہ صفحہ ۱۵۔۱۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"قرآن شریف نے بڑی وضاحت کے ساتھ دو سلسلوں کا ذکر کیا ہے ایک وہ سلسلہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شروع ہوا اور حضرت مسیح علیہ السلام پر ختم ہوا اور دوسرا سلسلہ جو اس سلسلہ کے مقابل پر واقع ہوا ہے وہ آنحضرت ﷺ کا سلسلہ ہے چنانچہ تورات میں بھی آپؐ کو مثیلِ موسیٰ کہا گیا اور قرآن شریف میں بھی آپ کو مثیلِ موسیٰ ٹھہرایا گیا جیسے فرمایا ہے ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا﴾ پھر جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سلسلہ حضرت مسیح علیہ السلام پر آ کر ختم ہو گیا اسی سلسلہ کی مماثلت کے لئے ضروری تھا کہ اسی وقت اور اسی زمانہ پر جب حضرت مسیح حضرت موسیٰ کے بعد آئے تھے مسیح محمدی بھی آتا اور یہ بالکل ظاہر اور صاف بات ہے کہ مسیح موسوی چودھویں صدی میں آیا تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ مسیح محمدی بھی چودھویں صدی میں آتا۔ اگر کوئی اور نشان اور شہادت نہ بھی ہوتی تب بھی اس سلسلہ کی تکمیل چاہتی تھی کہ اس وقت مسیح محمدی آوے مگر یہاں تو صدہا اور نشان اور دلائل ہیں"۔

(الحکم جلد ۸۔ نمبر ۱۲ بتاریخ ۱۰؍اپریل ۱۹۰۴ء صفحہ ۵)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں:۔

"ایک شخص کا اس امت میں سے مسیح علیہ السلام کے نام پر آنا ضروری ہے۔ کیوں ضروری ہے؟ تین وجہ سے۔ اوّل یہ کہ مماثلتِ تامہ کاملہ ہمارے نبی ﷺ کی حضرت موسیٰ سے جو آیت ﴿كَمَا اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا﴾ سے مفہوم ہوتی ہے، اس بات کو چاہتی ہے۔ وجہ یہ کہ آیت ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا﴾ صاف بتلا رہی ہے کہ جیسے حضرت موسیٰ اپنی امت کی نیکی بدی پر شاہد تھے۔ ایسا ہی ہمارے نبی ﷺ بھی شاہد ہیں مگر یہ شہادت دوامی طور پر بجز صورت استخلاف کے حضرت موسیٰ کے لئے ممکن نہیں ہوئی۔ یعنی خدا تعالیٰ نے اسی اتمامِ حجت کی غرض سے حضرت موسیٰ کے لئے چودہ سو برس تک خلیفوں کا سلسلہ مقرر کیا جو درحقیقت توریت کے خادم اور حضرت موسیٰ کی شریعت کی تائید کے لئے آتے تھے تا خدا تعالیٰ بذریعہ ان خلیفوں کے حضرت موسیٰ کی شہادت کے سلسلہ کو کامل کر دیوے اور وہ اس لائق ٹھہریں کہ قیامت کو تمام بنی اسرائیل کی نسبت خدا تعالیٰ کے سامنے شہادت دے سکیں۔ ایسا ہی اللہ جلّ شانہٗ نے اسلامی امت کے کل لوگوں کے لئے ہمارے نبی ﷺ کو شاہد ٹھہرایا ہے اور فرمایا ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ﴾ اور فرمایا ﴿وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾۔ مگر ظاہر ہے کہ ظاہری طور پر تو آنحضرت ﷺ صرف تئیس (۲۳) برس تک اپنی امت میں رہے، پھر یہ سوال کہ دائمی طور پر وہ اپنی امت کے لئے کیونکر شاہد ٹھہر سکتے ہیں یہی واقعہ جواب رکھتا ہے کہ بطور استخلاف کے یعنی موسیٰ علیہ السلام کی مانند خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے لئے بھی قیامت تک خلیفے مقرر کر دئے اور خلیفوں کی شہادت بعینہٖ آنحضرت ﷺ کی شہادت متصور ہوئی اور اس طرح پر مضمون آیت ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ﴾ ہر یک پہلو سے درست ہو گیا۔ غرض شہادت دائمی کا عقیدہ جو نصِ قرآنی سے بتواتر ثابت اور تمام مسلمانوں کے نزدیک مسلّم ہے تبھی معقولی اور تحقیقی طور پر ثابت ہوتا ہے جب خلافتِ دائمی کو قبول کیا جائے اور یہ امر ہمارے مدّعا کو ثابت کرنے والا ہے۔ فَتَدَبَّر"۔ (شہادت القرآن صفحہ ۶۶-۶۷)

﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ. وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ. وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ﴾ (سورۃ البروج: ۲تا۴)۔ قسم ہے برجوں والے آسمان کی، اور موعود دن کی اور ایک گواہی دینے والے کی اور اس کی جس کی گواہی دی جائے گی۔

الہام اکتوبر ۱۸۹۷ء: "شروع اکتوبر ۱۸۹۷ء میں مجھے دکھایا گیا کہ مَیں ایک گواہی کے لئے ایک انگریز حاکم کے پاس حاضر کیا گیا ہوں۔ اور اس حاکم نے مجھ سے سوال کیا کہ آپ کے والد کا کیا نام ہے؟ لیکن جیسا کہ شہادت کے لئے دستور ہے، مجھے قسم نہیں دی۔" (نزول المسیح۔ صفحہ ۲۲۱)

الہام ۸/اکتوبر ۱۸۹۷ء: "پھر ۸/اکتوبر ۱۸۹۷ء کو مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ اِس مقدمہ کا سپاہی سمن لے کر آیا ہے۔ یہ خواب مسجد میں عام جماعت کو سنا دی گئی تھی۔ آخر ایسا ہی ظہور میں آیا اور سپاہی سمن لے کر آ گیا۔ اور معلوم ہوا کہ ایڈیٹر اخبار ناظم الہند لاہور نے مجھے گواہ لکھا دیا ہے...... سو جب مَیں ملتان میں پہنچ کر عدالت میں گواہی کے لئے گیا تو ویسا ہی ظہور میں آیا۔ حاکم کو ایسا سہو ہو گیا کہ قسم دینا بھول گیا اور اظہار شروع کر دئے۔" (نزول المسیح۔ صفحہ ۲۲۱)

الہام ۱۸۹۷ء: "تُو اس سے نکلا اور اُس نے تمام دنیا سے تجھ کو چنا...... تُو جہان کا نُور ہے...... تُو خدا کا وقار ہے۔ پس وہ تجھے ترک نہیں کرے گا۔ تُو کلمۃ الازل ہے۔ پس تُو مٹایا نہیں جائے گا...... میرا لوٹا ہوا مال تجھے ملے گا۔ مَیں تجھے عزت دوں گا اور تیری حفاظت کروں گا۔ یہ ہو گا، یہ ہو گا، یہ ہو گا اور پھر انتقال ہو گا۔ تیرے پر میرے کامل انعام ہیں...... میری سچائی پر خدا گواہی دیتا ہے پھر کیوں تم ایمان نہیں لاتے...... ہماری فتح آئے گی اور زمانہ کا کاروبار ہم پر ختم ہو گا۔ اس دن کہا جائے گا کہ کیا یہ حق نہ تھا"۔ (کتاب البریّہ۔ صفحہ ۷۵-۷۶)۔ (تذکرہ۔ صفحہ ۳۱۰۔ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

۱۱/جنوری ۱۹۰۶ء۔ الہام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام:

"قَالُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ"۔

(الاستفتاء، روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۷۰۲)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ترجمہ ہے: اور کہیں گے کہ یہ خدا کا فرستادہ نہیں۔ کہہ میری سچائی پر خدا گواہی دے رہا ہے۔ اور وہ لوگ گواہی دیتے ہیں جو کتاب اللہ کا علم رکھتے ہیں۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۹۴۔ و تذکرہ صفحہ ۵۹۲۔ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)